امام ابن تیمیہؒ اور مسئلہ نزولِ باری تعالیٰ

ابن بطوطہ سیاح کی ایک غلط بیانی کی علمی تحقیق

(حنیف بھوجیانی)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (۶۶۰ — ۷۲۸ھ) کی مساعی اصلاح و تجدید کو ناکام بنانے کے لئے ان کے مخالف فقہاء نے سب سے بڑا حربہ جو استعمال کیا وہ ان کی طرف غلط باتیں منسوب کرنا تھا۔ تاکہ عوام کو بدگمان اور اہل علم کو ان کے متعلق شک میں ڈالا جائے۔ ان کی زندگی سے لے کر اب تک ان سے ایسا ہی سلوک ہو رہا ہے اور لطف یہ کہ جو بات کسی ایک نے ان کے ذمے لگا دی اسی کی بے سوچے سمجھے نقل در نقل جاری رہی۔ اگرچہ تاریخی واقعات بلکہ خود حضرت امامؒ کی اپنی تصریحات کیسی ہی صراحت سے اس "الزام" کے خلاف شہادت دے رہی ہوں۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی مسیحی) کے مشہور سیاح ابو عبداللہ محمد ابن بطوطہ (م ۷۷۱ھ / ۱۳۶۹ء) کے سفرنامے میں امام صاحب کے متعلق ایک سراسر غلط بیانی پائی جاتی ہے جس کو یورپ کے مستشرق پھر ان کے جامد مقلد اور امام صاحب کے مخالف لے اڑے حالانکہ اس میں ذرہ برابر صداقت نہیں۔

قبل اس کے کہ ابن بطوطہ کی اس غلط بیانی کا جائزہ لیا جائے ابن بطوطہ اور ان کے سفرنامے کی اصل حیثیت واضح کر دینا مناسب ہے۔

ابن بطوطہ افریقہ کے ایک شہر طنجہ کے رہنے والے تھے وہ تقریباً (۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء) میں بغرض سیاحت گھر سے نکلے۔ تقریباً تیس اکتیس برس سیاحت میں صرف کر دیئے جس میں دس سال تو صرف ہندوستان ہی میں قیام کیا — بہ عہد سلطان محمد تغلق م ۷۵۱ھ — سیاحت کے کئی سال بعد انہوں نے روزنامچے کی طرز کا یہ سفرنامہ اپنے حافظے سے املا کرایا اور لکھنے والے نے زیادہ تر اپنے لفظوں میں اسے لکھا۔

آغا مہدی حسن ایم اے پروفیسر آگرہ کالج، آگرہ اپنی کتاب "سلطان الہند محمد شاہ بن تغلق" کے

دیباچے میں لکھتے ہیں کہ ابن بطوطہ نے

"یہ سفرنامہ ۵۶-۱۳۵۵ء میں لکھا۔ یہ سفرنامہ کیا ہے؟ ابن بطوطہ کا روزنامچہ ہے جسے اس نے تیس اکتیس برس کے سفر کے بعد وطن میں بیٹھ کر اطمینان سے لکھا۔ سفر کے دوران میں اس نے کچھ یادداشتیں لکھی تھیں لیکن مصر سے لوٹتے وقت سیلنور اور ناگنور کے درمیان دریائی لٹیرے اس کے جہاز پر ٹوٹ پڑے۔ اس کا سارا اسباب لٹ گیا۔ اسی میں ابن بطوطہ کی یادداشتیں تھیں۔ یادداشتیں نہ ہونے کے سبب ابن بطوطہ نے جو کچھ لکھا حافظہ سے لکھا۔ حافظہ بلا کا تھا۔ خاصی مجلد کتاب لکھ دی۔ اگرچہ بعض جگہ ترتیب کی اور بعض جگہ جغرافیے اور بعض جگہ واقعات کی غلطیاں ہو ہی گئیں"۔

(سلطان الہند محمد شاہ تغلق ص۹ شائع کردہ ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد ہند ۱۹۳۷ء)

پروفیسر صاحب نے شاید غور نہیں کیا۔ سفرنامے کے دیباچے میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ سفرنامہ خود نہیں لکھا بلکہ محمد بن محمد بن جزی الکلبی نے سلطان ابو عنان کے حکم سے ابن بطوطہ کے سفر کی داستان کو اپنے لفظوں میں مرتب کیا چنانچہ ابن جزی الکلبی لکھتے ہیں کہ

نقلت معانی کلام الشیخ ابی عبد اللہ بالفاظ	میں نے ابن بطوطہ کے بیان کو اپنے
موفیۃ للمقاصد التی قصدھا موضحۃ	لفظوں میں لکھا ہے گو بعض جگہ خود
للمناحی التی اعتمدھا وربما اوردت لفظہ	ان کے لفظ بعینہٖ بھی آ گئے ہیں ویسے
علی وضعہ واوردت جمیع ما اوردہ من	ان کی باتیں میں نے لکھ دی ہیں۔
الحکایات والاخبار ولم اتعرض لبحث عن	میں نے واقعات کے صحت و سقم سے
حقیقۃ ذلک ولا اختبار[۱]	تعرض نہیں کیا۔

پروفیسر آغا مہدی حسن صاحب نے جن خامیوں کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی وجہ بھی غالباً یہی ہے کہ ایک تو واقعات و حکایات کو سالہا سال کے بعد لکھوایا گیا دوسرے مرتب نے بھی اس کی ترجمانی ہی کی۔ ابن بطوطہ کے الفاظ قلمبند نہیں کئے۔

اس قسم کے اغلاط کی مثالیں اس کتاب میں متعدد ملتی ہیں۔ مگر یہاں اس کی ایسی مثال پیش

[۱] تحفۃ النظار فی غرائب الامصار معروف بہ رحلۃ ابن بطوطہ کا دیباچہ ص۱۱ طبع پیرس۔

کی جاتی ہے جس کا زیر بحث موضوع سے قدرے تعلق بھی ہے۔

سفر نامہ میں ہے۔

وصنف فی السجن کتابا فی	اس (ابن تیمیہؒ) نے جیل میں چالیس جلدوں
تفسیر القرآن سماہ بالبحر المحیط	پر مشتمل ایک تفسیر قرآن لکھی جس کا نام
فی نحو اربعین مجلداً اھ[1]	"البحر المحیط" رکھا۔

حالانکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے کامل تفسیر لکھی ہی نہیں۔ جس کی وجہ بھی انہوں نے اپنے بعض تلامذہ سے بیان کر دی تھی[2]

"البحر المحیط" نام کی تفسیر دراصل شیخ الاسلامؒ کے معاصر علامہ ابو حیان نحویؒ کی تصنیف ہے ابن بطوطہ نے مغالطہ سے اسے امام ابن تیمیہؒ کی تصنیف سمجھ لیا۔

علاوہ ازیں محقق مورخوں کے نزدیک ابن بطوطہ اپنے بیانوں میں محتاط نہیں سمجھے گئے بلکہ ان کو غلط گو تک کہا گیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ابن بطوطہ کے تذکرے میں مغرب کے ایک بڑے مشہور مالکی عالم علامہ ابو البرکات محمد بن ابراہیم ابن بلفیقی (متوفی ۷۷۱ھ) کے متعلق لکھا ہے کہ رماہ بالکذب[3]۔ "انہوں نے ابن بطوطہ کو غلط گو کہا ہے"۔ گویا شیخ سعدیؒ کے اس مقولہ "جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ" کی تصدیق ہو گئی! خلاصہ یہ کہ سفر نامہ ابن بطوطہ اور اس کے مصنف دونوں کی استنادی حیثیت کوئی ایسی قابلِ اعتماد نہیں۔

سنا سنایا افسانہ | اب اس الزام کا جائزہ لیا جاتا ہے جو ابن بطوطہ نے حضرت امامؒ پر لگایا ہے۔ ویسے تو حضرت امامؒ کے متعلق ابن بطوطہ کے بیان کا اکثر حصہ خلافِ واقعہ امور پر مشتمل ہے لیکن ہم یہاں صرف ایک ہی بات سے بحث کریں گے۔

ابن بطوطہ کہتے ہیں کہ امام ابن تیمیہؒ کے ساتھ معرکہ آرائیوں کے

کنت اذ ذاک بدمشق فحضرتہ	"دنوں میں دمشق میں موجود تھا۔ جمعہ کے
یوم الجمعۃ وھو یعظ الناس	دن جامع مسجد دمشق میں گیا تو ابن تیمیہؒ

[1] تحفۃ النظار فی غرائب الامصار معروف بہ رحلہ ابن بطوطہ ص۲۱۶ جلد اول طبع پیرس [2] دیکھئے العقود الدریہ لابن عبد الہادی ص۲۱ [3] درر کامنہ ص۴۸۰ جلد ۳۔

علی منبر الجامع و یذکرھم	منبر پر وعظ کہہ رہے تھے دوران وعظ
فکان من جملۃ کلامہ ان قال	یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ پہلے آسمان
ان اللہ ینزل الی السماء الدنیا	(رات کے آخری حصے میں) پر اترتا ہے
کنزولی ھذا و نزل درجۃ من	پھر منبر کی اوپر کی سیڑھی سے ایک سیڑھی
درج المنبر[1]	نیچے اتر کر کہا کہ یوں اترتا ہے جیسے میں اترا ہوں

یہ ہے وہ سنا سنایا افسانہ جسے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی نقل کیا جاتا رہا ہے لیکن سنئے اس کی حقیقت!

واضح رہے کہ یہ بیان متعدد وجوہ سے غلط ہے۔

۱۔ ابن بطوطہؒ ۹ رمضان ۷۲۶ھ جمعرات کے دن دمشق پہنچے ہیں[2]۔ جب کہ امام ابن تیمیہؒ ۱۶ شعبان ۷۲۶ھ سوموار کے دن[3] یعنی ابن بطوطہ کے پہنچنے سے ۳۲ دن قبل قلعۂ دمشق میں محبوس ہو چکے تھے اور خود اسی کے بقول اسی قید ہی میں ۷۲۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ابن بطوطہ نے امام صاحب سے نہ کوئی بات سنی نہ اس کو امام صاحب کے ساتھ کسی جگہ جمع ہونے کا موقع ملا۔

۲۔ ابن بطوطہ کے بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ امام صاحب جامع مسجد کے منبر پر خطبہ جمعہ دے رہے تھے حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ ابن بطوطہ نے خود ہی لکھا ہے کہ جامع مسجد دمشق کے خطیب و امام قاضی القضاۃ جلال الدین قزوینی تھے[4] اور یہ معلوم ہے کہ محکمہ قضاء سے حضرت امامؒ کا جھگڑا چل رہا تھا، ایسے حالات میں امام جامع نے کاہے کو امام صاحب کو منبر پیش کیا ہوگا خصوصاً جب کہ قزوینی کا شمار بھی امام صاحب کے مخالفین میں ہوتا ہے[5]

۳۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس فقرے پر ایک فقیہ کے اعتراض کرنے پر شور ہو گیا جو امام صاحب کی قید پر منتج ہوا لیکن اس سلسلے میں محکمہ قضاء نے جو فرد جرم

[1] رحلہ ابن بطوطہ ص ۲۱۷ ج ۱ طبع پیرس [2] ایضاً ص ۱۸۷ ج ۱ [3] البدایہ والنہایہ ص ۱۲۳ ج ۱۴ [4] رحلہ ص ۲۱۰ ج ۱ طبع پیرس [5] درر کامنہ ص ۱۴۵ ج ۱۔

امام صاحب پر لگا کہ ان کو جیل میں مقید کیا۔ ان میں نزولِ الٰہی کے مسئلہ کا ذکر نہ ابن بطوطہ نے کیا ہے اور نہ ہی کسی دوسری جگہ اس کا نشان ملتا ہے[۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ افسانہ طرازی اگر عمداً نہیں کی گئی ہے تو سفرنامہ کے مرتبین کی چوک کو ضرور اس میں دخل ہے

۴۔ جتنی اہمیت ابن بطوطہ نے اس واقعہ کو دی ہے اگر واقعی وقوع میں آیا ہوتا تو دوسرے واقعات نگار اس کا ذکر ضرور کرتے حالانکہ کہیں اسکا نشان نہیں ہے حتیٰ کہ مخالفین تک خاموش ہیں۔

۵۔ اندازہ یہ ہے کہ امام صاحب کے مخالفین نے یہ شاخسانہ ان کے خلاف اٹھایا ہوا تھا ابن بطوطہ نے سنی سنائی بات ذکر کر دی، اس کی تائید حافظ ابن حجرؒ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ امام صاحب کے مشہور مخالف بلکہ دشمن نصر منبجی (صوفی) اور اس کے ساتھیوں نے

ضبطوا علیہ کلمات فی العقائد	چند عقائد اپنی طرف سے ادل بدل کر کے
مغیرۃ وقعت فی مواعظہ و	امام صاحب کے ذمے لگا دیئے۔ اور
فتاویہ فذکروا انہ ذکر حدیث	یہ مشہور کر دیا کہ انہوں نے منبر کی اوپر کی سیڑھی
النزول فنزل عن المنبر درجتین	سے اتر کر "کنزولی ہذا" کہا اور یوں انہیں
فقال کنزولی ھذا فنسب الی	"مجسمہ" بنانے کی ناکام کوشش کی۔
التجسیم[۲]	

اور یہ واقعہ ان کے قیام مصر کے زمانہ کا ہے بس وہی بات کہیں سے ابن بطوطہ نے سن پائی اور دمشق کی بنا ڈالی۔

۶۔ ابن بطوطہ سے ایسا سہو (اگر عمداً نہیں کیا گیا) ہرگز مستبعد نہیں اس لئے کہ وہ واقعہ بتاتا ہے ۷۲۶ھ کا اور لکھوا رہا ہے ۷۵۶ھ میں، تقریباً اکتیس برس بعد بہت سے ممالک کی سیر و سیاحت سے فارغ ہو کر، پھر وہ بھی صرف حافظے سے، کیونکہ تحریری یادداشتیں تو وہ مدتوں پہلے ضائع کر چکا ہے۔ ان حالات میں معلوم نہیں اسے کیونکر درست باور کیا جا سکتا ہے۔

[۱] وہ مسئلے دو تھے، مسئلہ طلاق اور مسئلہ زیارت قبر نبویؐ (رحلہ ابن بطوطہ ص ۲۱۸ ج ۱) بلکہ البدایہ ص ۱۲۳ ج ۱۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ زیارت ہی اس فتنہ کا باعث ہوا تھا۔ [۲] درر کامنہ ص ۱۵۴ ج ۱

۷۔ ابن بطوطہ عقائد میں امام ابن تیمیہ سے دوسری سمت پر ہے جیساکہ اسی سفرنامہ میں بیان کردہ بعض واقعات سے پتہ چلتا ہے اور زیر بحث افسانہ کے انداز بیان سے بھی ظاہر ہوتا ہے علامہ تاج سبکیؒ (م ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ

لا ینبغی ان یقبل قول مخالف فی العقیدۃ علی الاطلاق الا ان یکون ثقۃ وقد روی شیئا مضبوطا عاینہ او حققہ[1]

"عقیدے میں مخالف شخص کی بات اس کے مخالف کے بارے میں نہیں قبول کرنی چاہیئے الا یہ کہ وہ قابلِ اعتماد ہو اپنا دیکھا یا تحقیق کردہ واقعہ بیان کرے۔"

اور یہ اوپر معلوم ہو چکا کہ ابن بطوطہ قابل اعتماد بھی نہیں نہ اس نے دیکھا نہ ہی تحقیق کی ہے

۸۔ حضرت امامؒ کی اپنی تصریحات سراسر اس کے خلاف ہیں۔ نزولِ الٰہی کے مسئلہ پر انہوں نے متعدد جگہ بحث کی ہے بلکہ مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ دوسرے مقامات کے علاوہ اس کتاب میں انہوں نے صراحت سے لکھا ہے کہ نزولِ الٰہی بلاکیف ہے اور وہ ہرگز ہرگز انسانوں کے نزول جیسا نہیں۔ "انسانوں جیسے نزول" کو وہ گمراہی اور بدعت تصور کرتے ہیں۔

کتاب مذکور میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ونزولہ واستواءہ لیس کنزولنا واستوائنا[2]

اللہ تعالےٰ کا نزول اور استواء ہم انسانوں کے جیسا ہرگز نہیں۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

والذی یجب القطع بہ ان اللہ لیس کمثلہ شیئا فی جمیع ما یصف بہ نفسہ فمن وصفہ بمثل صفات المخلوقین فی شیء من الاشیاء فھو مخطیء قطعاً کمن ظن انہ ینزل فیتحول

یہ قطعی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی کسی بھی صفت میں کسی شئ کے مثل نہیں، جو کوئی اللہ تعالےٰ کو اس کی کسی مخلوق سے کسی صفت میں مماثل ثابت کرتا ہے وہ یقیناً غلط کار ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ انسانوں کی طرح

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ص ۱۹۰ ج ۱　[2] شرح حدیث النزول ص ۱۵ طبع امرتسر۔

وينتقل كما ينزل الانسان من السطح	نزول کرتا ہے۔ اوپر سے نیچے کو آتا
الى اسفل الدار فهذا باطل يجب	ہے تو اس کی بات سراسر باطل ہے۔
تنزيه الرب عنه وهذا هو الذى	اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے
تقوم على نفيه وتنزيه الرب عنه	ادلہ شرعیہ وعقلیہ کا مقتضا یہی ہے
الادلة الشرعية والعقلية[1]	

اس کتاب میں ایک مقام پر یہ صراحت ہے۔

المأثور عن سلف الامة	سلف امت اور اس کے آئمہ کرام
وائمتها انه لايزال فوق العرش	سے یہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ
ولايخلوا منه العرش مع	سے عرش پر مستوی ہے۔ آسمان دنیا کے
دنوه ونزوله الى السماء الدنيا	قرب اور نزول کے باوجود عرش اس سے
ولايكون العرش فوقه وليس	خالی نہیں ہوتا کہ عرش اس سے اوپر ہو
نزوله كنزول اجسام بنى	جائے حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کا نزول ایسا
آدم من السطح الى الارض[2]	نہیں جیسا اجسام چھت سے زمین کی طرف
	نیچے اترتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی یہ صراحتیں ابن بطوطہ کی صاف تکذیب کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی اس عظیم الشان لغزش کو معاف فرمائے جو ایک مجدد اسلام اور امت کے مصلح امام کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کرنے کی باعث بن گئی۔

سب اہل سنّت والجماعت کا یہی مسلک ہے

رات کے آخری حصے میں یا بعض دوسرے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کے بلاکیف نزول فرمانے کے مسئلہ کی بنیاد ان احادیث صحیحہ پر ہے جو کم و بیش ۲۹ صحابہؓ سے مروی ہونے کی وجہ سے تواتر کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں جیسا کہ فتح الباری (ص۶۰ ج۱۳ طبع ہند) اور حافظ ابن القیمؒ کی کتاب "الصواعق المرسلۃ" (ص۲۳۰ تا ص۲۴۸ جلد۲) سے معلوم ہوتا ہے۔ ازاں جملہ صحیح بخاری کی یہ حدیث درج ذیل ہے۔

---

[1] شرح حدیث النزول ص۱۱۳ طبع امرت سر [2] ایضاً ص۳۶۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم قال ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر یقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسألنی فاعطیہ من یستغفرنی فاغفرلہ (صحیح بخاری باب الدعاء و الصلوٰۃ من آخر اللیل)

ارشاد نبوی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری حصہ میں آسمانِ دنیا پر نزول فرما کر اعلان فرماتا ہے۔ کون ہے جو مجھ سے درخواست کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے تو میں اس کو معافی دے دوں۔

اس بارے میں جو مسلک امام ابن تیمیہؒ کا ہے وہی سلفاً و خلفاً سارے اہل سنت والجماعت کا ہے (ملاحظہ ہو جامع ترمذی شریف باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ)

واضح رہے کہ اس نزول الٰہی کی جتنی تاویلات — نزولِ رحمت، نزولِ فرشتہ وغیرہ کی جاتی ہیں سب ہی فاسد، غلط اور باطل ہیں۔ تفصیل کے لئے شرح حدیث النزول امام ابن تیمیہؒ اور اور الصواعق المرسلہ (ص ۲۱۷ — ص ۲۶۲ جلد ۲) کا مطالعہ کافی ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

(بقیہ ابن شہاب زہری از صفحہ ۵۱۰)

دعائے مغفرت کی اور کہا۔

یا قبر کم فیک من علم وحلم
یا قبر کم فیک من علم و
من کرم وکم جمعت روایات و
احکاماً [1]

اے قبر! تجھ میں کس قدر علم اور حلم دفن ہو کر رہ گیا ہے۔ اے قبر! تجھ میں کتنی دانش اور کتنی سخاوت مدفون ہے اور کس قدر احادیث اور احکام کو تو نے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا ہے۔

تغمدہ اللہ تعالیٰ برحمتہ الکاملۃ الواسعۃ الشاملۃ

---

[1] البدایہ ص ۳۴۴ ج ۹